تعزیہ اور ماتم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا نور اللہ

نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کفر میں مبتلاء ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

تعزیہ اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد: شیخ مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں۔

تعزیہ: لغت عربی میں اس کا مادہ ''ع۔ز۔ی'' ہے اور مجرد عزی، یعزی، عزآء، مصیبت پر صبر کرنا۔ تعزیہ (تفعلیہ) مزید، متعدی۔ تلقین صبر کرنا تسلی دینا، پرسا دینا۔

قرآن مجید میں اس مادّے کا استعمال بعض کے نزدیک سورۃ المعارج، آیت ۳۷ میں ہے: عن الیمین وعن الشمال عزین (از عزی فعل ماضی: شکیبائی کی) فقہ وحدیث میں اس لفظ کا استعمال ابواب ذیل میں ملتا ہے: عبادات، جنائز، آداب تلقین صبر و تسلی۔ فارسی ادب وتاریخ میں لفظ

"تعزیت" وارثانِ میت سے اظہارِ افسوس و اظہار ہمدردی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ مثنوی مولانا روم (تحقیقہ گب، ۵:۱۳۷؛ شعر شمارہ ۲۱۰۲) میں ہے:

مرثیہ چون نامہ ہای تعزیہ
پُر معاصی متن آن با حاشیہ۔

اردو میں تعزیہ کے معنی ہیں امام حسین علیہ السلام کی تربت، ضریح، عمارت روضہ کی شبیہ، جسے سونے، چاندی، لکڑی، بانس، کپڑے، کاغذ وغیرہ سے بناتے ہیں۔ یہ شبیہ غم، سوگ اور علامت محرم کے طور پر کبھی جلوس کی شکل میں لے کر نکلتے ہیں، کبھی گھروں، امام باڑوں یا ان کشادہ و مخصوص چبوتروں پر رکھتے ہیں جنھیں امام صاحب کا چوک کہا جاتا ہے۔

حیدر آباد دکن میں تعزیہ تابوت اور ماتم و سینہ زنی کو کہتے ہیں۔ تعزیہ کرنا = ماتم کرنا، تعزیہ دار = ماتم دار، سینہ زنی کرنے والا، وہ شخص جس کے گھر میں تعزیہ رکھا جاتا ہو اور مجلس ہوتی ہے، محبِ حسین، شیعہ، عزادار۔

تعزیہ اپنی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے صنعت کا اچھا نمونہ ہوتا ہے اور تعزیہ بنانے والے اس کی شکل و صورت میں علاقائی خصوصیات اور کاریگری کے نمونے پیش کرتے ہیں، چنانچہ بعض تعزیے سال سال دو سال تک بنتے رہتے ہیں، ان کے نام بھی الگ الگ ہیں مثلاً:

(۱) ضریح اور اس کی قسمیں: ان میں ممتاز ترین ضریح وہ ہے جو عمارت روضہ امام

حسین علیہ السلام کی ہو بہو شبیہ ہو۔ ایسی ضریحیں نظام دکن، والی رامپور، راجہ محمود آباد اور کراچی کے بعض عزاخانوں میں ہیں۔ ایک مومی ضریح حسین آباد لکھنؤ میں شاہی زمانے سے بنتی چلی آتی ہے۔

(۲) بنگلہ: یہ تعزیہ محمل ناقہ یا عماری فیل سے مشابہ ہوتا ہے اور عموماً لکھنؤ میں یا مضافات لکھنؤ میں بنتا ہے شاید یہ نقش اس محمل یا ڈولی یا پالکی وغیرہ کا ہوتا ہو، جس میں تبرکات رکھ کر شاہانِ دہلی لال قلعے سے مسجد جامع لے جاتے تھے۔

(۳) مومی تعزیے: بانس کی تیلیوں پر ضریح یا بنگلہ یا کسی اور شکل کا ڈھانچا بنا کر اس پر موم چڑھایا اور کمالِ فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(۴) جَو کے تعزیے: ڈھانچے پر مٹی کی ایک ہلکی تہ جما کر گیہوں یا جَو کے دانے ترتیب سے چپکا دیتے ہیں، جن میں عاشورہ یا اربعین تک انکھوے نکل آتے ہیں اور سارا تعزیہ ایک رنگ ہو جاتا ہے۔ اس تعزیے پر اثنائے جلوس میں مسلسل پانی چھڑکتے جاتے ہیں۔

تعزیے کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: تخت، حظیرہ، تربت، علم (ضریح میں گزری)۔ پاکستان، کشمیر، نیپال، ہندوستان، افریقہ میں عموماً ضریح اور تعزیے کا بیان کردہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، لیکن دونوں خصوصی نسبت کی بناء پر مذہبی اور روایتی نقطۂ نظر سے شیعوں، بعض سنیوں اور بہت سے ہندوؤں میں بھی یکساں قابلِ احترام ہیں۔ لکھنؤ وغیرہ میں ''تخت'' کے اوپر اور حظیرے کے درمیان دو تربتیں یا قبروں کی شبیہیں بھی ہوتی ہیں۔ سبز حضرت امام حسن علیہ السلام اور سرخ حضرت امام حسین

علیہ السلام کے لیے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تعزیہ کسی ایسی عماری کی نقل ہے جس میں بعض مغل یا دوسرے سلاطین ترتبیں رکھ کر جلوس کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہوں گے۔

تعزیے عموماً ۲۹ ذی الحجہ سے ۹ محرم تک آراستہ کر کے ایک خاص اور معین مقام پر رکھے جاتے ہیں جسے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً عزاخانہ، تعزیہ خانہ، امام باڑہ، عاشور خانہ، امام خانہ، چبوترہ، چوک امام صاحب۔ جہاں تعزیہ رکھا جاتا ہے وہاں مجلس ماتم، سوزخوانی، مرثیہ خوانی، روضہ خوانی، واقعہ خوانی، شاری اور مجلس وعظ منعقد ہوتی ہے اور واعظ قرآنی حقائق و بیانِ خصوصیاتِ اسلام کے بعد فضائل اہل بیت، مصائب اور واقعاتِ کربلا پر تقریر ختم کرتے ہیں پھر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر نوحہ خوانی وسینہ زنی یا ماتم بھی ہوتا ہے اہل سنت شہادت نامہ اور ہندو کربلا کتھا یا دوہے پڑھتے ہیں۔

اس سلسلے میں تعزیہ داری کے لیے حسب ذیل واقعات سے استناد کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ جنگ اُحد (۳ھ) میں جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور دوسرے صحابہ شہید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے شہیدوں پر رونے والوں کی آوازیں سن کر فرمایا ”لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں“ یہ سن کر سعد بن معاذ و اُسید بن حُضیر نے بنی عبد الاشہل کی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے یہاں بھیج دیں، جنھوں نے جناب حمزہ پر ماتم کیا (طبری طبع لائیڈن ۱: ۳: ۱۴۲۵؛ ابن سعد: کتاب الطبقات الکبیر لائیڈن ص ۳۱)؛

(۲)۔ ایسے واقعات سے مثلاً ابن عباس کا حضور کو خواب میں سر برہنہ دیکھنا اس طرح کہ آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جس میں خون ہے یا آنحضرت کی وفات کے بعد بریدہ بن الخصیب کا (جو حضرت اسامہ والی مہم میں صاحب لواء تھے) لواء مذکور کو دروازۂ مبارک پر نصب کرنا جو کتب ذیل میں مواضع مذکورہ پر درج ہیں:

(الف) مشکوۃ طبع دہلی ۱۹۳۲ء ص ۵۷۳ (باب مناقب اہل البیت)؛ (ب) وہی کتاب ص ۵۷۰، امام احمد بن حنبل: مسند، طبع قدیم مصر، ۱: ۲۴۲ ص ۹ بترمذی لکھنؤ ۱۸۸۴ء ص ۶۲۴: ینابیع المودۃ، بمبئی، باب ۶۰، ص ۲۶۵، (ج) بحار الانوار، طبع ایران ۱۲۷۰ھ، ص ۱۹۹ (باب اخبار اللہ انبیاء وبنینا بشھادتہ)؛ ۔ ابن الاثیر الکامل، طبع سوم، ۱۳۵۶ھ، ۳: ۳۰۳؛ مقتل ابن نما، ص ۶؛ (د) ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ مصر، ۱۰: ۵۳؛

(۳)۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد مدینے میں جناب امّ البنین مادر جناب عباس ابن علی جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتی تھیں اور اپنے چار بیٹوں کا، جو شہدائے کربلا میں شامل تھے، ذکر کر کے انتہائی غم وسوز سے رویا کرتی تھیں ۔ لوگ جمع ہوجاتے تھے اور بعض سن سن کر روتے رہتے تھے (مقاتل الطالبین، مصر ۱۹۴۹ء، ص ۸۵)؛

(۴)۔ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے ائمہ محرم کا چاند دیکھ کر عزاداری وسوگواری کرتے تھے (بحار الانوار، ۱۰: ۲۶۸؛ امالی

صدوق، م ۳۸۱ھ/۹۹۱ع)

(۵)۔ ابو الاسود دئلی (م ۶۹ھ) سلیمان بن

قتیبہ، کمیت، ابو دھبل (الجمحی) "فرزدق، دعبل وغیرہ نے اجتماعات میں مرثیے پڑھے

اور ائمہ اہل بیت نے انھیں صلے دیے اور ان کے مرثیوں کے سن کر گریہ

فرمایا (صواعق محرقہ، ص ۱۱۵، تاریخ الشیعہ، طبع نجف، ص ۳۲)۔

عزاداری اور اظہار غم حسین پہلی اور دوسری صدی ہجری تک یونہی جاری رہے، لیکن

تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک متعدد موقعوں پر واقعات کربلا عام اجتماعات میں

رقت انگیز و جوش آفرین طریقوں سے بیان ہوئے، چنانچہ شیعہ اور غیر شیعہ اس حد

تک متاثر ہوئے کہ سادات حسنی کے خروج مختار اور ابو مسلم خراسانی کی بغاوت میں

اس تاثر کا اظہار کیا۔

۳۵۲ھ/۹۶۳ع میں بغداد پر دیلمیوں کا مکمل تسلط تھا اس سال

روز عاشورہ بغداد میں بازار کھلا بند کر دیے گئے اور مردوں سے کہا گیا کہ نوحہ کریں

نیز عورتوں کا جلوس عزا نکلوایا گیا، غرض سرکاری طور پر غم منایا گیا (ابن اثیر کامل بذیل

حوادث ۳۵۲ھ، ابن کثیر: تاریخ مصر ۱۱: ۲۴۳ وغیرہ)۔

۳۶۶ھ/۹۷۷ء میں عزیز باللہ فاطمی نے مصر میں یوم حسین منایا (فوجی

انقلاب سے پہلے مشہد رأس الحسین مصر میں اکابر علماء و عوام حتیٰ کہ خود شاہ فاروق

جلوس کے ساتھ سبز چادر چڑھانے جاتے تھے اور غم مناتے تھے۔ (مجتبیٰ حسن

وزیری: مصر کا محرم)۔ اس عہد کے لگ بھگ غور میں آل شنسب عقیدت مندانِ اہل بیت میں شامل (فرشتہ: تاریخ، لکھنؤ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء، ۱: ۵۴) اور سندھ کے مسلمان اسماعیلی مذہب سے وابستہ ہو چکے تھے، بلکہ بہت سے سادات ہجرت کر کے یہاں آ گئے تھے۔ دیلم و عراق میں شیعہ پھیل گئے تھے اس لیے ان علاقوں میں عزاداری ہونے لگی اور یہ مراسم اتنے عام ہو گئے کہ ادب میں اس کے استعارات و تشبیہات استعمال ہونے لگے (مثنوی رومی (تالیف قبل از ۶۷۰ھ طبع نکلسن ۶: ۷۔ ۳۱۷، نیز حریری (م ۵۱۶ھ) مقامہ ۱۰، حمید الدین: مقامات حمیدی (تالیف ۵۵۱ھ)، مقامہ ۲۳ "رزء الحسین")۔ اس شہرت و عمومیت کے باعث ان مراسم میں مقامی خصوصیات اور نسلی و قومی روایات داخل ہوتے گئے۔

بدایونی کے بقول ہمایوں کے عہد میں ایک ایرانی شاعر وارد ہند نے تعزیت کے مضمون پر مشتمل "دو نقش" بنائے جو ایام عاشورا "معارک (بظاہر المجالس مراد ہیں۔ RANKING نے ترجمہ بدایونی، کلکتہ ۱۸۹۸ء، ۱: ۶۲۴ میں اس کا ترجمہ ASSEMBLIES یعنی مجالس کیا ہے)" میں پڑھے جاتے ہیں (منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۸ء، ۲: ۲۸۱)۔ اکبر کے عہد میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا، چنانچہ آگرے کے قلعے سے اب تک ایک تعزیہ برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے اور "مغل تعزیہ" کہتے ہیں۔

(کہا جاتا ہے) کہ جہانگیر کے عہد میں سید معین الدین موسوی اجمیری کا عزاخانہ وجود میں آیا، چنانچہ یہ عزاخانہ مع وقف تاراگڑھ میں اب تک

موجود ہے (عزاداری کی تاریخ)۔ عالمگیر کے عہد میں تعزیہ اور جلوسِ تعزیہ کا رواج تھا۔ عالمگیر ہی نے جلوسِ تعزیہ میں شمشیر زنی کو ممنوع قرار دیا۔ شاید اس کے بعد ان جلوسوں میں بانک بنوٹ کا رواج ہوا، جو بعض غیر شیعہ تعزیوں کے ساتھ اب بھی ہوتا ہے (عبدالواحد فرنگی محلی: ازالہ اوہام عزاداری کی تاریخ، ص ۳۵)

اس کے بعد تو شاہان دہلی مراسم عزا میں اس حد تک اہتمام کرنے لگے کہ ساتویں محرم سے دسویں تک باقاعدہ نذریں اور زیارتیں بہشتی اور فقیر وقیدی بننے کی رسمیں ادا ہونے لگی تھیں (بزم آخر، لاہور ۱۹۴۵ء: ص ۵۶ بعد: علم حیدری وشوکت حیدری لکھنؤ ۱۲۰۷ھ عزاداری کی تاریخ ص ۴۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے میرا مقالہ بہادر شاہ ظفر کی عزاداری، طبع اسد، لاہور محرم ۱۳۷۸ھ)۔

دکنی ریاستیں عموماً شیعہ تھیں اس لیے یہاں عزاداری نے بہت فروغ پایا مجلس ماتم، جلوس تعزیہ، امام باڑے قائم ہوئے محرم میں سوگ منایا گیا ابراہیم زبیری: تاریخ بیجاپور ص ۲۳۰۔ ۲۳۳: نصیر الدین ہاشمی: دکن میں اردو باب سوم: ص ۲۲۳: تاریخ بیجاپور محی الدین زور: سلطان قطب شاہ شیعہ تہرانہ کے محرم نامے)۔ قطب شاہ غواصی، نصرتی وغیرہ کے مراثی (یورپ میں دکنی مخطوطات، طبع حیدرآباد) بھی ابتدائی عہد کی یادگار ہیں، حیدرآباد دکن اور راجپوتانے کی ریاستوں (خصوصاً جے پور) کے متعلق دیکھیے تحفۃ العالم (تصنیف ۱۲۱۶ھ/ ۱۸۰۱ء)، حیدرآباد ۱۲۹۰ھ، ص ۳۵۹ بعد۔ تیرھویں صدی ہجری/ اٹھارھویں صدی میلادی تک تمام ملک میں تعزیہ داری عام ہوچکی تھی۔ اودھ

میں عزاداری کا فروغ اور تعزیے کا رواج بظاہر عہد آصف الدولہ (م ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) سے ہوا (رک بہ تحفۃ العالم، ص ۳۴۸ و ۳۵۹)، لیکن بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تعزیہ 'سیتاپور میں' باون ڈنڈوں کا تعزیہ' پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب ہیں (محمد اکبر سیتاپوری: "سیتاپور کی عزاداری"، در سرفراز محرم نمبر ۱۹۵۲ء، ص ۶۴)۔

آصف الدولہ نواب وزیر اودھ نے شجاع الدولہ کے بعد ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء میں فیض آباد چھوڑ اور لکھنؤ کو دار الحکومت بنایا۔ فیض آباد اور دہلی کے امراء، رؤسا اور شہزادے بھی یہاں آباد ہو گئے ہر ایک دہلی و فیض آباد میں تعزیہ دار تھا، لیکن آصف الدولہ حاکم مملکت ہونے کے باوجود عزاداری میں بہت زیادہ منہمک تھے، وہ جہاں تعزیہ دیکھتے سواری سے اترتے اور تعزیہ دار کو انعام دیتے تھے۔ ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء میں انھوں نے اپنا امام باڑہ بنوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ شہزادگانِ دہلی اور دوسرے امراء نے بھی عزا خانے تیار کیے، یوں لکھنؤ تعزیہ داری کا مرکز بن گیا، غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر کے عہد میں مزید ترقیاں ہوئیں، متعدد قیمتی ضریحیں یورپ سے فرمائش کر کے بنوائی گئیں اور فنی مہارتوں کے اظہار و تکلفات کا آغاز ہوا (عہد آصفی میں سرخ دہلوری تعزیے پہلی مرتبہ یورپ سے تیار ہو کر آئے، سونے چاندی کی ضریحیں بنیں۔ امراء عوام نے ندرتیں پیدا کیں اور ہنر دکھائے جن میں سے شاہ نجف و حسین آباد کے عزا خانوں میں سونے چاندی کی ضریحوں کے علاوہ موم کی ضریح دیدنی ہے جو ایک سال سے زیادہ مدت میں

تعمیر ہو کر شاہی جلوس کے ساتھ بر آمد ہوتی ہے)۔

مسلمانوں کے علاوہ ہندو ریاستوں اور ہندو آبادیوں میں لوگ باقاعدہ تعزیہ داری کرتے تھے۔ سر ٹامس براوٹن ، (Letter writting in a Marhatta camp during the years 1809-1892) (Sir Thomas Broughton.) نے اپنے خط عدد ۲ میں مرہٹوں اور محمد لطیف نے تاریخ لاہور (انگریزی طبع جدید لاہور) میں سکھوں کے عہد کی عزاداری اور مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے کا ذکر کیا ہے، محمد لطیف نے ص ۱۲۷ پر مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے اور ذوالجناح کی تصویر بھی دی ہے، نیز دیکھیے ماہ نامہ نو، استقلال نمبر ۱۹۵۳ء ص ۵۰ (عزاداری کی تاریخ، ص ۲۳)۔

شیعہ ریاستیں تو خیر مذہبی فرض سمجھتی تھیں، سنی نوابین بھی ثواب کی نیت سے تعزیہ رکھتے، امام باڑے بنواتے اور وقف کرتے تھے، جن میں نظام دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے محل میں اب بھی تعزیہ و تعزیہ خانہ موجود ہے، غیر مسلم ریاستوں میں اندور، دھولپور، ریتہ، کپورتھلہ کے علاوہ مہاراجہ گوالیار اور مہاراجہ جے پور کے تعزیے مشہور ہیں۔

ان ریاستوں میں تعزیہ داری کے لیے سارکاری اوقف ہیں (مجلہ العرب، بمبئی، شمارۂ محرم ۱۳۶۰ھ؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۲۱)۔

ایران میں تعزیے کا رواج نہیں، ہاں شبیہ یا تمثیل رائج ہے۔ عراق میں علَم اور ذوالجناح بر آمد ہوتے ہیں، اور اس جلوس کو "موکب" کہتے ہیں۔ کشمیر، نیپال

اور افریقہ میں تعزیہ داری ہوتی ہے اور بڑی حد تک وہی انداز ملحوظ رکھا جاتا ہے جو پاکستان میں رائج ہے۔

پاک و ہند میں تعزیے کا عام رواج ہے۔ جلوس تعزیہ جس میں تعزیہ دار کی مقامی روایتیں پیش نظر رکھی جاتی ہیں: مثلاً لکھنؤ، رام پور، جے پور وغیرہ میں تعزیے کا جلوس یوں نکلتا ہے جیسے ان کے گھر سے کسی معزز مرنے والے کا جنازہ نکلے، یعنی جلوس میں ماہی مراتب، ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، فوجی باجے، ماتمی جھنڈیاں، باوردی سپاہی، برقنداز، عصا بردار، پھر ماتم دار و تعزیہ دار سر برہنہ، ماتمی لباس پہنے، سروں پر خاک پڑی، سینوں پر ہاتھ اور آنکھوں پر رومال رکھے، اشک افشاں آہستہ آہستہ جاتے ہیں ان کے پیچھے ایک نقیب یہ آواز دیتا ہے:

سواری ہے شہہ کرب و بلا کی

سواری ہے ہمارے بادشا کی

یا اس مضمون کی قطعے کی شکل میں بلند آواز سے پڑھتا، کوچ کا نقارہ بجاتا، خود روتا اور مجمع کو رلاتا جاتا ہے۔ بعض جلوسوں میں ماتمی باجے بجتے ہیں، ماتمی دستے سینہ زنی، قمع زنی اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ایک دو جلوس بالکل خاموش بھی رہتے ہیں۔ راجہ، نواب، شہزادے عام شرکا، کی طرح ادب سے پا پیادہ شریک جلوس ہوتے تھے۔ اس وقت ملازمین پر سے آداب و رسوم شاہی ساقط ہوتے تھے۔

عام تعزیوں کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تعزیہ دار تعزیہ سر یا کاندھوں

پر رکھے خاموشی سے "کربلا" جاتے ہیں، یا ماتمی دستے یا سوزخوان بھی ساتھ تابوت، ذوالجناح یا گہوارۂ علی اصغر کی شبیہیں لیے، آنسو بہاتے، سینہ زنی کرتے جاتے ہیں اور کربلا یا قبرستان پہنچ کر تا اہل دفن تعزیوں کے دفن کر دیتے ہیں ورنہ انھیں باقی تبرکات کے ساتھ محفوظ کر کے واپس لے آتے ہیں۔

تعزیہ داری کا سلسلہ ۲۸-۲۹ ذی الحجہ سے ۸ ربیع الاوّل تک جاری رہتا ہے۔ پاکستان، کشمیر، نیپال اور افریقہ میں عموماً ۱۰ محرم (روز شہادت امام حسین) کو تعزیے دفن کر دیے جاتے ہیں، لیکن ہندوستان کے بعض مقامات پر خصوصاً لکھنؤ میں یہ سلسلہ ۸ ربیع الاوّل (روز شہادت امام حسن عسکری) کو ختم ہوتا ہے اور "چپ تعزیہ" (کیونکہ اس کے جلوس میں مکمل خاموشی رہتی ہے) آخری تعزیہ سمجھا جاتا ہے۔ اب پاکستان کے متعدد مقامات پر اسی طرح کے جلوس نکلنے لگے ہیں۔

تعزیہ روضہ امام حسین کی نسبت سے اور ایک محترم علامت ہونے کے باعث اہل تشیع کے نزدیک غلاف خانہ کعبہ اور محمل مصری کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اسے عقیدت، روایت اور تاریخی حیثیت سے بہت اہم سمجھنے کے باوجود مذہباً اس کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۶ ص ۲۶۱-۲۵۵، مطبوعہ لاہور)

ماتم کے متعلق ہم نے شیخ مرتضی حسین فاضل کا مکمل مقالہ درج کر دیا ہے، لیکن اس طویل مضمون میں ماتم کے ثبوت کے متعلق تاریخ طبری

اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں۔" پھر بنو عبد الاشہل کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ سب بعد کے تاریخی واقعات ہیں۔

اس باب کی حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو برا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے سینہ اور چہرے پر طمانچے لگانا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے ہائے کرنا اور چیخنا چلانا اور وہ تمام کام کرنا جو شیعوں کے ہاں ماتم حسین کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، یہ سب کام حرام ہیں۔

ہم مروجہ ماتم کی حرمت اور ممانعت پر پہلے قرآن مجید سے استدلال کریں گے پھر احادیث پیش کریں گے پھر کتب شیعہ سے استدلال کریں گے اور آخر میں علماء شیعہ کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

<u>مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال:</u> اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يا ايها الذين امنوا استعينوا بالصبر والصلوٰة ط ان الله مع الصّٰبرين۔ ولاتقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات ط بل احياء ولكن لاتشعرون۔ ولنبلونكم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصّٰبرين۔ الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون۔ اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون۔ (بقرة:۱۵۷-۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور (احساس) نہیں اور ہم ضرور تم کو کچھ خوف، بھوک اور تمہارے مال، جان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کے بشارت دیجیے جن کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے بہ کثرت صلوٰۃ اور رحمت (نازل ہوتی ہیں) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

يا ايها الذين امنوا اصبروا وصابروا۔ (ال عمران:۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔

ان آیات میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صرف انا لله وانا اليه راجعون کہنے کی اجازت ہے، اور مصیبت کے وقت آواز سے رونا اور چلانا، بال نوچنا، بالوں میں خاک ڈالنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے وائے

کرنا اور منہ، سینہ اور زانو پر طمانچے مارنا، یہ تمام کام صبر کے منافی ہیں اور اس کی ضد ہیں اور جب کسی چیز کو فرض قرار دیا جائے تو اس کی ضد حرام ہو جاتی ہے، ان آیات سے صبر کرنا فرض ہوا اور ماتم کرنا جو اس کی ضد ہے وہ حرام ہو گیا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الانسان خلق ھلوعا۔ اذا مسہ الشر جزوعا۔ واذا مسہ الخیر منوعاً۔ الا المصلین۔ الذین ھم علی صلوٰتھم دائمون۔ (معارج: ۱۹-۲۳)

بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبرا) پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (بے صبری کا اظہار) کرتا ہے، اور جب اس کے نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت آنے پر بے صبری کا اظہار کرنا مسلمان نمازی کا کام نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا حرام ہے اور مروجہ ماتم بے صبری کا اظہار ہے، اس لیے مروجہ ماتم حرام ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم۔ (نحل: ۱۲۷)

اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہی حاصل ہوگا، اور آپ

ان (شہداء احد) پر غمگین نہ ہوں۔

شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقیل المراد لاتحزن علی قتلی احد لما اعطاهم الله من الخیر۔ (شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تفسیر تبیان، ج ا، ص ۴۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ شہداء احد پر غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ثواب عطا کیا ہے۔

شیخ فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

وقیل معناه ولاتحزن علی قتلی أحد فان الله تعالیٰ قد نقلهم الی ثوابه وکراماته۔ (شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان، ج ۶، ص ۲۰۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۱ھ)

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جنگ اُحد کے شہداء پر رنج نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثواب اور درجات کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی یہی تقریر کی ہے۔ (شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، تفسیر منہج الصادقین، ج ۵، ص ۲۳۸۔ مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو احد میں مُثلہ کیا گیا (ان کے جسم کے اعضاء کو کاٹا گیا) اور دیگر صحابہ جن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کیا گیا، ان کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کریں اور ان کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت درجات عطا کیے ہیں، اسی طرح شہدائے کربلا جن کو ظلماً قتل کیا گیا، ان کے متعلق بھی صبر کرنا لازم ہے، ان پر ماتم کیا جائے نہ ان کا غم منایا جائے کیونکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ثواب عطا کیا ہے اور بڑے بڑے درجات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتکم۔ (الحدید:۲۲)

زمین میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس (مصیبت) کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے یہ اس لیے کہ کوئی چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس کا رنج نہ کیا کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم۔ (ال عمران:۱۵۳)

تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا کہ جو (مال غنیمت) تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اور (جو مصیبت) تمہیں پہنچی ہے، تم اس پر غمگین نہ ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے چھن جانے اور کسی مصیبت کے

پیش آنے سے غمگین نہ ہونا چاہیے۔

شیخ قمی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فاثابکم غما بغم) فاما الغم الاول فالھزیمۃ والقتل واما الغم الاخر فاشراف خالد بن الولید علیھم بقول (لکیلا تحزنوا علی مافاتکم من الغنیمۃ ولا ما اصابکم) یعنی قتل اخوانھم۔ (شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی ج ا ص ۱۲۰، مطبوعہ موسستہ دارالکتاب والنشر قم ایران، ۱۴۰۴ھ)

(تمہیں ایک غم کے بعد دوسرا غم دیا) پہلا غم جنگ اُحد میں مسلمانوں کی شکست اور مسلمانوں کا قتل تھا اور دوسرا غم یہ کہ خالد بن ولید (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) نے خالی درّہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، (تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اس پر تم غم نہ کرو) یعنی مال غنیمت کے چلے جانے سے (اور نہ تم پر مصیبت کے پہنچنے سے) یعنی تمہارے مسلمان بھائیوں کے قتل ہونے سے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کسی مصیبت کے آنے پر غم کرنا اور غم منانا اور سوگ کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے اور مصیبت آنے پر ماتم نہ کرنا اور صبر کرنا فرض ہے اور ماتم کرنا اور غم کی مجلسیں قائم کرنا حرام ہے۔

مُروّجہ ماتم کی حُرمت پر احادیث سے استدلال: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال قال النبی ﷺ لیس منا لطم الخدود وشق

الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص منہ پر طمانچے مارے، گریبان چاک کرے اور زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہمارے دین پر نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم (۱)، امام ترمذی (۲)، امام نسائی (۳)، امام ابن ماجہ (۴) اور امام احمد بن حنبل (۵) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱) امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ ۱۳۷۵ھ

(۲) امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۳) امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۹۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۴) امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۵) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۵، ۴۴۲، ۴۳۲، ۳۸۶، ج ۴ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وقال عمر دعهن یبکین علی ابی سلیمان مالم یکن نقع اولقلقة۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت عمر نے فرمایا ان عورتوں کو حضرت خالد بن ولید پر اس وقت تک رونے سے منع نہ کرو جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں یا آواز نہ نکالیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی مالك الاشعری ان النبی ﷺ قال اربع فی امتی من امر الجاهلية لا يتركونهن الفخر فی الحسب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنياحة وقال النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار عادتیں جن کو وہ ترک نہیں کرے گی، حسب (خاندانی شرف) پر فخر کرنا، نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا، اور فرمایا اگر نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے پگھلے ہوئے تانبے اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ (۸) اور امام احمد (۹) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۸) امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳، سنن ابن ماجہ ص ۲۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۹) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳، ۳۴۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیہ قالت بایعنا رسول اللہ ﷺ فقرأ علینا ان لا یشرکن باللہ شیئا ونہانا عن النیاحۃ۔ (امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی آپ نے ہم پر یہ آیت تلاوت کی کہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں۔ اور ہم کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد (۲) اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (۳)

(۲) امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

(۳) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیہ قالت اخذ علینا النبی ﷺ عند البیعۃ ان

لاتنـــوح ـ ـ الحـــديـــث (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج اص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

اس حدیث کو امام مسلم (۵)، امام ابوداؤد (۶)، امام نسائی (۷) اور امام احمد (۸) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۵) امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج اص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(۶) امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

(۷) امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج اص ۱۸۹، ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی

(۸) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، ج ۵ ص ۸۵-۸۴، ج ۶ ص ۴۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ ﷺ النائحۃ والمستمعۃ۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن

ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی۔

اس حدیث کو امام احمد (۱۰) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱۰) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

<u>مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال</u>: قرآن مجید میں ہے:

یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ط ان اللہ غفور رحیم۔ (ممتحنہ: ۱۲)

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں، وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، کوئی خودساختہ اور جھوٹا بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو ان کو بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں:

فقامت ام حكيم بنت الحارث بن عبدالمطلب فقالت يارسول

الله ما هذا المعروف الذي امرنا الله به ان لا نعصيك فيه؟ فقال ان

لا تخمشن وجها ولا تلطمن خدا ولا تنتفن شعرا ولا تمزقن جيبا ولا تسودن

ثوبا ولا تدعون بالويل والثبور ولا تقمن عند قبر فبايعهن رسول الله

ﷺ على هذه الشروط۔ (شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی

ج ۲ ص ۳۶۴، مطبوعہ مؤسسہ دارالکتابۃ والنشر قم۔ ایران الطبع الثالث)

حضرت ام حکیم بنت الحارث بن عبد المطلب نے کھڑی ہو کر کہا: یارسول

اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں

آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے چہروں پر خراشیں نہ ڈالو، اپنے

رخساروں پر تھپڑ نہ مارو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کالے کپڑے نہ

پہنو، ہائے وہ مر گیا، ہائے وہ مر گیا نہ چلاؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو، پھر رسول

اللہ ﷺ نے ان شروط پر ان کو بیعت کر لیا۔

شیخ محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال زيد بن اسلم: فيما شرط الا يعصينه فيه ان لا يلطمن ولا يشققن

جيبا ولا يدعون بالويل والثبور كفعل اهل الجاهلية وقال ابن عباس

فيما شرط ان لا يعصينه فيه النوح۔ (شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی

متوفی ۴۶۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۵۸۸، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ

طمانچے نہ ماریں، گریبان نہ پھاڑیں، ہائے وہ مر گیا، ہائے وہ مر گیا نہ پکاریں جیسے زمانہ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط تھی وہ یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

قیل عنی بالمعروف النھی عن النوح وتمزیق الثیاب وجز الشعور وشق الجیب وخمش الوجه والدعاء بالویل۔ (شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج۹ ص۴۱۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران)

ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، گریبان نہ پھاڑیں، چہرے پر خراشیں نہ ڈالیں اور ہائے موت نہ پکاریں۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مفسران در تعریف معروف در این مقام خلاف کردہ (الی قولہ) ابن زید بر آنست کہ نوحہ نکنند وجامہ ندرند وموی نکنند وروئے نخراشند وسر تتر اشند وسایطہ تباشند وشعر نخوانند۔ (شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج۹ ص۲۵۸، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

مفسرین کا معروف کی تفسیر میں اختلاف ہے، ابن زید کی روایت یہ ہے

کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، چہرہ نہ نوچیں، بال نہ کاٹیں، زبان درازی نہ کریں، شعر نہ پڑھیں۔

<u>مروجہ ماتم کی حرمت پر نہج البلاغہ سے استدلال</u>: علماء شیعہ کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر، مستند اور صحیح کتاب نہج البلاغہ ہے اس میں لکھا ہے:

حضرت علی نے فرمایا:

وقال علیہ السلام ینزل الصبر علی قدر المصیبۃ ومن ضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبتہ حبط عملہ۔ (نہج البلاغہ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات، زرین ایران)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر مصیبت نازل کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل ضائع کردیا جاتا ہے۔

شیخ ابن میثم بحرانی اسی ملفوظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومن قصر في الاستعداد لتحصيل هذه الفضيلة وارتكب ضدها وهو الجزع حبط اجره وهو ثوابه على الصبر وكنى عن الجزع بما يلزمه في العادة من ضرب اليدين على الفخذين وقيل بل يحبط ثوابه السابق لان شدة الجزع يستلزم كراهية قضاء الله وسخطه وعدم التفات الى ما عوض فيه من ثواب الصابرين وهو معد لمحو الحسنات من لوح النفس وسقوط ما يلزمها من ثواب الآخرة۔ (شیخ کمال الدین میثم بن علی بن

میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۳۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران ۱۳۸۷ھ)

جس شخص نے صبر کو حاصل کرنے کی صلاحیت میں کمی کی اور اس کی ضد یعنی بے صبری کو اختیار کیا تو اس کو صبر کرنے کا ثواب نہیں ملے گا، بے صبری کو زانوؤں پر ہاتھ مارنے سے تعبیر فرمایا، کیونکہ انسان کی عادت ہے وہ بے صبری کے وقت اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ بے صبری کا اظہار کرنے سے اس کا پہلا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ زیادہ بے صبری کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی قضا کو ناپسند کرنے اور اس پر ناراض ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کی طرف التفات نہ کرنے کو مستلزم ہے اور وہ نیکیوں کے مٹنے اور ان پر اخروی ثواب کے مٹنے کو مستلزم ہے۔

(ابن میثم کی ترتیب اور تعداد کے اعتبار سے یہ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ہے۔)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ومن اصبح یشکو مصیبۃ نزلت بہ فقد اصبح یشکو ربہ۔ (نہج البلاغہ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۵۴، مطبوعہ انتشارات زرین ایران)

جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس نے اپنے رب کی شکایت کی۔

شیخ ابن میثم اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شکوی المصیبۃ وبلاء بہا الشکوی من اللہ لان اللہ تعالی

هو المبتلى بها۔ (شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغۃ ج۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران ۱۳۸۷ھ)

مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے، کیونکہ اس مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال: شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قلت لہ ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل والعویل ولطم الوجہ والصدر وجز الشعر من النواصی ومن اقام النواحۃ فقد ترک الصبر واخذ فی غیر طریقہ ومن صبر واسترجع وحمد اللہ عزوجل فقد رضی بما صنع اللہ ووقع اجرہ علی اللہ ومن لم یفعل ذلک جری علیہ القضاء وھو ذمیم واحبط اللہ تعالیٰ اجرہ۔ (شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج۳ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابوجعفر علیہ السلام کہتے ہیں میں نے پوچھا: جزع (بے صبری) کیا ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ بے صبری یہ ہے کہ آدمی یہ چلائے ہائے وہ مر گیا، اور سینہ اور چہرے پر تھپڑ مارے اور پیشانی سے بال نوچے اور جس شخص نے نوحہ کیا اس نے صبر ترک کیا اور اس کے خلاف طریقہ کو اپنایا اور جس نے صبر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے کام پر راضی رہا اس

کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اجر ثابت ہوگیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پوری ہوگی اور وہ مذموم ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا۔

علی اکبر غفاری نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حسین صلوات اللہ علیہ پر ماتم کرنا اس حدیث سے مستثنٰی ہے۔(شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی، ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

علی اکبر غفاری کا یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی استثنا نہیں ہے، نہ قرآن مجید اور نہج البلاغہ میں کوئی استثناء ہے نہ دیگر احادیث شیعہ میں کوئی استثناء ہے نیز علی اکبر غفاری نے اسی حاشیہ میں ملا مجلسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "ماتم کرنا صبر کامل کے منافی ہے اس سے ماتم کے جواز کی نفی نہیں ہوتی"، علی اکبر کی یہ توجیہ بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ماتم کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال صرف کفر سے ضائع ہوتے ہیں نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ناراض ہو اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے! اس پر مزید گفتگو ان شاء اللہ ہم اس بحث کے آخر میں کریں گے۔

نیز شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ﷺ ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن

یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۴ مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابوعبداللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: لا ینبغی الصیاح علی المیت ولا شق الثیاب۔ (شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کے میت پر چلانا نہیں چاہیے اور نہ کپڑے پھاڑنا چاہیے۔

عن ابی الحسن الاول علیہ السلام قال: قال: ضرب الرجل یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ۔ (شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابوالحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت کے وقت کسی شخص کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: لا یصلح الصیاح علی المیت ولا ینبغی ولکن الناس لا یعرفونہ والصبر خیر۔ (شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۶ مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابوعبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میت پر چلانا نہیں چاہیے، لیکن لوگ اس مسئلہ کو نہیں جانتے اور صبر کرنے میں خیر ہے۔

ابوجعفر محمد بن علی قمی روایت کرتے ہیں:

وقال علیہ السلام ان البلاء والصبر یستبقان الی المؤمن فیاتیہ البلاء وھو صبور، وان الجزع والبلاء یستبقان الی الکافر فیاتیہ البلاء وھو جزوع۔ (شیخ ابوجعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ایران)

صادق علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مومن کی طرف سبقت کرتے ہیں جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کافر کی طرف سبقت کرتے ہیں، اس پر مصیبت آتی ہے درآں حالیکہ وہ بے صبری کر رہا ہوتا ہے۔

<u>مروجہ ماتم کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال:</u> ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

روایت کردہ است از امام محمد التقی کہ امیر المومنین فرمود روزے من و فاطمہ بخدمت حضرت رسول ﷺ رفتیم وآن حضرت بسیار میگریست عرض کردم پدر و مادرم فدائے تو یا رسول اللہ چہ چیز سبب گریہ تو شدہ است؟ فرمود یا علی شبے کہ مرا بآسمان بردند زنے چند از امت

خود را و عذاب شدید دیدم و گریہ من برائے ایشانست (الی قولہ) آنکہ بصورت سگ بود و آتش در دبرش مے کردند و خوانندہ و نوحہ کر ند ند دہ وحسد ودہ ودہ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران ایران)

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز میں اور فاطمہ علیہا السلام حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور آں حضرت بہت رو رہے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ کے اس رونے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا اے علی! جس رات مجھے آسمان پر لے گئے میں نے اپنی امت کی چند عورتوں کو شدید عذاب میں مبتلا دیکھا اور میرا رونا انہی کی وجہ سے ہے (پھر آپ نے ان عورتوں کے بیان میں فرمایا:) جو عورت کتے کی صورت میں تھی اور اس کی دبر (پاخانے کی جگہ) میں آگ ڈال رہے تھے وہ چلانے والی، نوحہ (ماتم) کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام حکیم دختر حارث بن ہشام کہ زن عکرمہ پسر ابوجہل بود گفت یا رسول اللہ آن کنام معروفست کہ خدا گفتہ است م ا ہ محیہ ست تو ودرآں ز کہ نیم حضرت فرمود در مصیبت ہا طپانچہ بر روئے خود مزنید و روئے خود را مخراشید و موئے

خود را مـ کـ نید موگـ مریـ ان خود را چ اک نکنید وجـ امـ ـه خود را سیـ اه

مـ کـ نید وواویلا مگـ وئید پس بر این شرطها حضرت با ایشاں بیعت

کرد (ملاباقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۰ ۴، مطبوعہ کتاب فروشے

اسلامیہ تہران ایران)

عکرمہ بن ابوجہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے پوچھا، یا

رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے یہ کہا ہے کہ ہم اس

میں آپ کی نافرمانی نہ کریں، حضرت نے فرمایا مصیبت میں اپنے چہرے پر طمانچے

نہ مارو، چہرے کو نہ چھیلو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان کو چاک نہ کرو، اپنے کپڑوں

کو سیاہ نہ کرو، واویلا (ہائے وہ مر گیا) نہ کرو پس ان شرطوں پر آپ نے ان عورتوں

سے بیعت لے لی۔

اور ملاباقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق روایت کردہ

اسـ ـت کـ ـہ حـ ضرت رسـ ول فـ رمـ ود چـ ـہار خـ صـ ـلـ ـت بـ ـود ہـ میشـ ـہ

در امـ ـت مـ ـن خواہد بود تا روز قیامت۔

اول: فـ خـ ر کـ ـردن بـ حـ سـ ـب ـہا ـے خـ ود، دوم طـ ـعـ ـن کـ ـردن

نـ ـسبـ ـہا، سـ ـوم آمـ ـدن بـ ـاران را از اوضـ ـاع کـ واکـ ـب دانسـ ـتـ ـن و اعـ ـتـ ـقاد بـ ـعـ ـلـ ـم

نـ ـجـ ـوم داشـ ـتـ ـن، چـ ـہارم نـ وحـ ـہ کـ ـردن و بـ ـدرستـ ـیکـ ـہ اگـ ـر نـ وحـ ـہ کـ ـنـ ـنـ ـدہ تـ وبـ ـہ

نکند پیش از مردنش چوں روز قیامت مبعوث شود جامہ از مس گداختہ وجامہ از جرب بر او پوشانند (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۳ ص ۷۷۶، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران ایران)

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں چار بری عادتیں ہمیشہ قیامت تک رہیں گی۔

پہلی: اپنے حسب میں فخر کرنا، دوسری: نسب میں طعن کرنا، تیسری: بارش آنے کا سبب ستاروں کو جاننا اور علم نجوم پر اعتقاد رکھنا، چوتھی: نوحہ (ماتم) کرنا اور اگر نوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو جب اس کے قیامت کے روز اٹھایا جائے گا تو اس کو پگھلے ہوئے تانبے کا اور خارش کا لباس پہنایا جائے گا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

فرات بن ابراہیم بسند معتبر از جابر انصاری روایت کردہ است کہ رسول خدا در مرض آخر خود با حضرت فاطمہ گفت (الی قولہ) اے فاطمہ کہ برائے پیغمبر گریبان نمی باید درید و روئے باید خراشید و واویلا نمے باید گفت ولیکن بگو آنچہ پدرتو در وفات ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشمہا میگریند و دل بدرد مے

آیہ ہد (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران)

فرات بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ حضرت جابر انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری مرض میں حضرت فاطمہ علیہا السلام سے (چند نصیحت کے کلمات کے بعد) فرمایا: اے فاطمہ جان لو کہ پیغمبر کے لیے گریبان پھاڑنا نہیں چاہیے، اور چہرہ نہیں چھیلنا چاہیے اور واویلا نہیں کہنا چاہیے، لیکن وہ جو تمہارے والد نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے موقع پر کہا تھا کہ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں درد ہے۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسول در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ فرمود ای فاطمہ چوں بمیرم روئے خود رابرائے من مخراش وگیسوئے خود راپریشان مکن وواویلا مگو ونوحہ گران رامطلب۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران)

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا اے فاطمہ جب میں وفات پا جاؤں تو میرے لیے اپنے چہرے کو نہ

چھپانا، اپنے بالوں کو نہ بکھیرنا اور واویلا (ہائے موت) نہ کہنا اور نوحہ (ماتم) کرنے والوں کو نہ بلانا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر وضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

چون خروش لشکر مخالفان بلند شد زینب خاتون خواہر جناب امام حسین علیہ السلام بخدمت آن حضرت آمد دید کہ آن امام مظلوم سر بر زانوی اندوگذاشتہ بخواب رفتہ است گفت ای برادر این صداہای اہل جوروجفارا نشنوی؟ حضرت سر برداشت و فرمود کہ اے خواہر درانیوقت بخواب دیدم جدم محمد مصطفیٰ ﷺ و پدرم علی مرتضی و مادرم فاطمہ زہرا و برادرم حسن مجتبیٰ را کہ بنزد من آمدند و گفتند ای حسین تو دراین زودی بنزد ما خواہی آمد چون زینب خاتون این خبر وحشت اثر را شنید طپانچہ بر روی خود زد و فریاد و واویلاہ بلند کرد حضرت فرمود کہ ای خواہر گرامی ویل و عذاب برای تو نیست برای دشمنان تست صبر کن و بزودی دشمنان را بمرما شاد مگردان۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۴۹ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران، ۱۳۸۹ھ)

جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب

حضرت امام حسین کے پاس آئیں، دیکھا کہ امام حسین سوئے ہوئے ہیں، کہا اے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے؟ حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا: اے بہن میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور اپنے والد حضرت علی مرتضےٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے اور کہا اے حسین! تم بہت جلد ہمارے پاس آرہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر دہشت اثر سنی تو انھوں نے اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بلند آواز سے واویلا کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری معزز بہن ویل اور عذاب تم پر نہیں ہے، تمہارے دشمنوں پر ہے تم صبر کرو اور اس قدر جلد ہمارے دشمنوں کو ہم پر خوش نہ کرو۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

وفرمود کہ ای خواہر باجان برابر حلم وبردباری پیشہ خود کن وشیطان را بر خود تسلط مدہ وبر قضای حق تعالی صبر کن و فرمود کہ اگر می گذاشتند مرا با استراحت خود را بہلاکہ نمی افگندم زینب خاتون گفت این بیشتر دل مارا مجروح می گرداند کہ راہ چارہ از تو منقطع گردیدہ وبضرورت شربت ناگوار مرگ را مینوشی و مارا غریب وبیکس وتنہا درمیان اہل نفاق وشقاق می گذاری پس دستہامی خود را بلند کرد و گلگونہ خود راخراشید و مقنع را از سر کشید وگریبان طاقت چاک کرد وبیہوش افتاد آن

امام غریب بہ برخواست و آب بر روی خواہر گرامی خود
پاشید چون بہوش باز آمد گفت ای خواہر نیک اختر از خدا بہ
ترس و بقضاء ای حق تعالی راضی شود بدانکہ ہمہ اہل زمین
شربت ناگوار مرگ را می چشند و اہل آسمان باقی نمی مانند و
بجز ذات مقدس حق تعالی ہمہ چیز در معرض زوال و فناست
او ہمہ را میمیراند و بعد از مردن مبعوث می گرداند و او منفرد است در
بقا و برادر و مادر من شہید شدند و ہمہ از من
بہتر بودند و حضرت رسول خدا ﷺ کہ اشرف خلائق بود در دنیا
نماند و بسرای باقی رحلت فرمود و بسیاری از این مواعظ
پسندیدہ برای آن نوردیدہ بیان فرمود پس وصیت فرمود کہ ای
خواہر گرامی ترا سوگند میدہم کہ چون من از تیغ اہل جفا بعالم بقا
رحلت نمایم گریبان چاک مکنید و رو مخراشید و واویلا مگویید (ملا
باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ
تہران، ۱۳۹۸ھ)

حضرت امام حسین نے حضرت زینب سے فرمایا: اے میری بہن میری
جان کے برابر، حلم اور بردباری کو اختیار کریں اور اپنے اوپر شیطان کو قبضہ نہ دیں، اور
اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کریں؛ اور فرمایا اگر یہ لوگ مجھ کو آرام سے رہنے دیتے تو میں
ہلاکت کو اختیار نہ کرتا۔ حضرت زینب نے کہا اس بات سے تو ہمارا دل زیادہ زخمی ہوتا

ہے کہ آپ کے لیے اب کوئی چارۂ کار نہیں ہے اور مجبوری کی وجہ سے ناپسندیدہ موت کا شربت پی رہے ہیں، اور ہم کو مخالفین اور منافقین کے درمیان بے یار و مددگار تنہا مسافرت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں، حضرت زینب نے ہاتھ بلند کر کے رخسار نوچنا شروع کیا اور دوپٹہ سر سے اُتار دیا، گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہوگئیں، امام نے اپنی بہن پر پانی چھڑکا اور ان کو ہوش میں لائے اور جب ہوش میں آ گئیں تو فرمایا: اے بہن خدا سے ڈرو، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو اور یہ جان لو کہ تمام زمین والوں نے ایک دن مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے، سوا اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کو فنا ہے وہ سب کو مارے گا اور مارنے کے بعد پھر زندہ کرے گا وہ باقی رہنے میں منفرد ہے میرے بھائی اور ماں جو مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ جو تمام مخلوق سے افضل تھے وہ بھی دنیا میں نہ رہے، اور دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے اور اپنی بہن کو بہت نصیحتیں کیں اور یہ وصیت کی کہ اے میری معزز بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور واویلا نہ کرنا۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

از حضرت صادق منقولست کہ چون صبح آن روز میشوم طالع شد آن امام مظلوم با اصحاب خود نماز صبح ادا کرد و بعد از نماز رو بجانب اصحاب سعادت مآب خود گردانید و فرمود کہ گواہی

می دہم کہ امروز ہمہ شما شہید خواہید شد بغیر از علی بن الحسین پس از خدا بترسید و صبر کنید تا بسعادت فایز گردید و از مشقت و مذلت دنیاوی فاقارہایی یابید۔ (ملاباقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج۲ ص ۵۵۴، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے جب اس منحوس دن کی صبح طلوع ہوئی تو امام مظلوم نے اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آج علی بن الحسین کے سوا تم تمام شہید ہو جاؤ گے، پس خدا سے ڈرنا اور صبر کرنا تا کہ سعادت پر فائز ہو اور دنیا کی مشقت اور ذلت سے رہائی پاؤ۔

ملاباقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس سکینہ دختر آں حضرت مقنعہ از سر کشید و گفت اے پدر بزرگوار تن بمرگ دادہ و ما را بکہ میگذاری آں امام مظلوم گریست و فرمود اے نور دیدہ من ہر کہ یاوری ندارد یقین مرگ را بر خود قرار میدہد ای دختر یاد رہمہ کس خدا است و رحمت خدا در دنیا و عقبیٰ از شما جدا نخواہد شد صبر کنید بر قضا ہائے خدا شکیبائی ورزید کہ بزودی دنیا فانی منقضی میگردد و نعیم ابدی آخرت زوال ندارد (ملاباقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج۲ ص ۵۷۵، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

پھر آپ کی صاحبزادی حضرت سکینہ نے دوپٹہ سر سے اتارا اور کہا اے بابا جان! آپ مرنے کے لیے جا رہے ہیں مجھ کو کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں، امام مظلوم روئے اور فرمایا! اے نور چشم جس کا مددگار نہیں ہوتا وہ بالیقین اپنے لیے موت سمجھ لیتا ہے، اے بیٹی ہر شخص کا خدا مددگار رہتا ہے، دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت تم سے جدا نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا، اور صبر کو اختیار کرنا، عنقریب دنیا فانی ختم ہو جائے گی اور آخرت کی ابدی نعمتوں کو زوال نہیں ہوگا۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس دیگر بار اہل بیت رسالت و پردگیان سرادق عصمت و طہارت را وداع نمود و ایشان را بصبر و شکیبائی امر فرمود و بوعدہ مثوبات غیر متناہی الہی تسکین داد و فرمود کہ چادرہا بر سر گیرید و آمادہ لشکر مصیبت بلا گردید و بدانید کہ حق تعالیٰ حافظ و حامی شما است و شما را از شر اعدا نجات میدہد و عاقبت شما را بخیر میگرداند و دشمنان شما را بانواع بلاہا مبتلا می سازد و شما را بعوض این بلاہا در دنیا و عقبیٰ بانواع نعتہا و کرمتہا می نوازد زنہار کہ دست از شکیبائی بر مدارید و کلام ناخوشی بر زبان میدرید کہ موجب نقص ثواب شما گردد۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۷۶، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

پھر دوسری بار اہل بیت رسالت اور خاندان اہل طہارت کو آپ نے الوداع کہا اور ان کو صبر اور ضبط کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اجر و ثواب کے ساتھ تسلی دی اور فرمایا کہ اپنے سر پر چادر رکھو، اور رنج و مصیبت کے لشکر کے لیے تیار ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور حافظ ہے وہ تم کو دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور تمہاری آخرت اچھی کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو مختلف بلاؤں میں مبتلا کرے گا، اور تم کو دنیا کی ان مصیبتوں اور بلاؤں کے عوض آخرت میں عزت اور اجر سے نوازے گا، خبردار صبر کا دامن نہ چھوڑنا اور بے صبری کا کلام زبان پر نہ لانا اس سے تمہارے اجر و ثواب میں کمی ہوگی!

صبر و ضبط کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی یہ آخری نصیحت تھی جو ماتم کی حرمت کے لیے نص قطعی ہے، اس کے بعد آپ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

__نوحہ کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کو جوابات:__ علماء شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت حمزہ پر نوحہ کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں:

وبکت الانصار علی قتلی ھم فسمع ذلک رسول اللہ ﷺ فقال لکن حمزۃ لا بواکی لہ فجاء نساء الانصار الی باب رسول اللہ ﷺ فبکین علی حمزۃ فدعا لھن رسول اللہ ﷺ وامرھن بالانصراف، فھن الی الیوم اذا مات المیت من الانصار بدأ النساء فبکین علی حمزۃ ثم

بسکین علی حمزۃ۔ (امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ)

انصار کی خواتین اپنے مقتولوں (شہداء احد) پر رو رہی تھیں رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین رسول اللہ ﷺ کے دروازہ پر آئیں، اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا واپس جائیں، سو آج تک ان کا یہ معمول ہے کہ جب انصار میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو ان کی خواتین پہلے حمزہ پر روتی ہیں، پھر اپنی میت پر روتی ہیں۔

اس روایت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔

(۲)۔ اس روایت میں صرف رونے کا ذکر ہے، اور یہ مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے مروجہ ماتم میں بلند آواز سے گریہ کرنا، سینہ پیٹنا، بال بکھیرنا اور گریبان چاک کرنا شامل ہیں، ان چیزوں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام طبری لکھتے ہیں:

عن اشیاخ من بنی سلمۃ (الی قولہ) ومر رسول اللہ ﷺ بدار

من دور الانصار من بنی عبد الاشهل و بنی ظفر فسمع البکاء والنوائح علی قتلاھم فذرفت عینا رسول اللہ ﷺ فبکی ثم قال لکن حمزۃ لا بواکی لہ فلما رجع سعد بن معاذ واسید بن حضیر الی دار بنی عبد الاشھل امرا نساءھم ان یتحزمن ثم یذھبن فیبکین علی عم رسول اللہ ﷺ۔ (امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم الملوک ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی مطبوعات بیروت)

بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے روایت ہے کہ انصار کے گھروں میں سے بنو عبد الاشہل اور بنو ظفر کے گھر کے پاس سے رسول اللہ ﷺ گذرے، آپ نے ان کے مقتولوں پر رونے اور نوحہ کرنے کی آوازیں سُنیں، رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے رو کر فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، جب حضرت سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر، بنی عبد الاشہل کے گھر لوٹے تو انھوں نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر جائیں اور رسول اللہ ﷺ کے عم مکرم پر روئیں۔

اس روایت کے بھی حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ واقعہ بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے مروی ہے، جن کے نام نہیں بیان کیا گیا، سو یہ مجہول روایت ہے اور مجہول روایات حجت نہیں ہوتی۔

(۲)۔ اس مجہول روایت میں بھی صرف رونے کا ذکر ہے، اس میں سینہ زنی، بال بکھیرنے اور گریبان چاک کرنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ مجہول کی روایت بھی مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے۔

(۳) ۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے اس وقت نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا، اس کے بعد منع کر دیا گیا۔

اس بات پر دلیل کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ مر بنساء عبد الاشهل يبكين هلكاهن يوم احد فقال رسول الله ﷺ لكن حمزة لا بواكي له فجاء نساء الانصار يبكين حمزة فاستيقظ رسول الله ﷺ فقال ويحهن ما انقلبن بعد مروهن فلينقلبن ولا يبكين على هالك بعد اليوم ۔ (امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنو عبد الاشہل کی خواتین کے پاس سے گذرے جو جنگ اُحد کے شہداء پر رو رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین آئیں اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے آپ نے فرمایا ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک واپس نہیں گئیں، ان سے کہو کہ واپس چلی جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر گریہ نہ کریں۔ (آواز سے نہ روئیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۸۴، ۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۱ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نوحہ کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کی پھوپھی کو نوحہ کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اس وقت حرام ہے جب رخساروں پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ نے نوحہ کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہ اُحد کا واقعہ ہے، آپ نے اُحد میں فرمایا تھا کہ حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں لیکن پھر آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس پر وعید بیان کی، امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبد الاشہل کی عورتوں کے پاس سے گذرے جو جنگِ اُحد کے شہداء پر رو رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں، رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور فرمایا: ان پر افسوس ہے یہ ابھی گئی نہیں، ان سے کہو جائیں اور آئندہ کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔ (علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ص ۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۱۰ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد ''لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں'' اس سے حضرت حمزہ کی مصیبت پر افسوس کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی مسافرت اور غربت کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں تھا۔ انصار جو رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کرتے تھے، انھوں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر خواتین گریہ کریں اور نبی ﷺ نے جب ان کی اطاعت اور رضا جوئی کو دیکھ لیا تو آپ نے اس سے منع کردیا تا کہ اس گریہ سے نوحہ (ماتم) کا راستہ نہ نکل آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے نوحہ کرنے کو منسوخ کردیا۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۳-۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

<u>چہرہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب!!:</u>

قرآن مجید میں ہے:

وبشروہ بغلام علیم۔ فاقبلت امراتہ فی صرۃ فصکت وجھھا وقالت عجوز عقیم۔ (ذاریات:۲۹-۲۸)

فرشتوں نے ابراہیم کو ایک ذی علم بیٹے (اسحاق) کی ولادت کی بشارت دی، تو ان کی بیوی فریاد کرتی ہوئی آئیں پھر (تعجب سے) اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بوڑھی بانجھ (کے لڑکا ہوگا؟)

نیز قرآن مجید میں ہے:

وامرأته قائمة فضحكت فبشرنها باسحق ومن وراء اسحق يعقوب ۔ قالت يويلتى ءالد وانا عجوز وهذا بعلى شيخا، ان هذا لشئ عجيب ۔ قالوا اتعجبين من امر الله رحمت الله وبركاته عليكم اهل البيت، انه حميد مجيد۔ (ھود:۷۱-۷۳)

اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں تو ہم نے ان کو اسحاق کی خوش خبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی، سارہ نے کہا اے افسوس! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے، فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے ابراہیم کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا، بندگی والا۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ ذاریات کی آیت میں حضرت سارہ کے منہ پیٹنے کا بیان ہے اور سورہ ہود کی آیت میں یا ویلتی اے افسوس کہنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہائے افسوس کہہ کر منہ پیٹنا جائز ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں مروجہ ماتم کی اصل نہیں ہیں، کیونکہ

ماتم غم، افسوس اور کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے، اور یہ افسوس کا موقع نہیں خوشی کا موقع تھا کیونکہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو ذی علم بیٹے کی ولادت کی بشارت دی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سارہ اس وقت ہنس رہی تھیں، باقی ان کا چہرہ پر ہاتھ مارنا حیاء کی وجہ سے چہرہ چھپانے کے لیے تھا کیونکہ جس عورت کے ہاں پہلی بار ولادت ہوئی ہو اس کے سامنے ولادت کا تذکرہ چھڑ جائے تو اس کو حیاء آتی ہے، یا انھوں نے تعجب کی بنا پر ماتھے پر ہاتھ مارا اور ان کا یــا ویــلتــی کہنا بھی مصیبت پر ہائے ہائے کہنا نہیں تھا، بلکہ انھوں نے اظہار تعجب کے لیے یہ کلمہ کہا۔

شیخ قمی لکھتے ہیں:

(فصكت وجهها) اى غطته بما بشرها جبرائيل ۔ (شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قم ج ۲ ص ۳۳۰، مطبوعہ موسسۃ دارالکتابۃ والنشر قم ایران، ۱۴۰۴ھ)

حضرت سارہ کے چہرے پر ہاتھ مارنے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے (حیاء سے) ہاتھوں سے چہرہ کو چھپالیا۔

شیخ ابوجعفر طوسی لکھتے ہیں:

ضربت وجهها تعجبا ۔ (شیخ ابوجعفر بن محمد حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۳۸۸، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سارہ نے تعجب سے اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا۔

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

جمعت اصابعها فضربت جبينها تعجبا عن المقاتل والکلبی ۔ (شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج۹ ص ۲۳۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۱ھ)

ملا فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مقاتل و کلبی گفتہ اند کہ انگشتہا را جمع کرد و بر ہر دو جبین خود زد و این عادت زنان است در وقتیکہ تعجب کنند و گریند کہ در این حال کہ این مژدہ شنید، حیض در خود یافت و بجہت حیاء طپانچہ بر روئی خود زد ۔ (شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج۹ ص ۳۴، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ نے اپنی انگلیوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی پیشانی پر مارا، اور یہ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ تعجب کے وقت ایسا کرتی ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے جس وقت یہ خوش خبری سنی ان کا حیض جاری ہوگیا اور انھوں نے شرم کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ علماء کی تفسیر کے مطابق حضرت سارہ نے ولادت کی بشارت سن کر حیاء سے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا یا عورتوں کی عادت کے مطابق تعجب سے اپنے چہرے ہاتھ مارا یا اس وقت ان کا حیض جاری ہوگیا تھا تو شرم کی وجہ سے انھوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، بہرحال کسی صورت بھی حضرت سارہ کا اپنے چہرے پر ہاتھ مارنا کسی مصیبت پر غم اور افسوس کے اظہار کے لیے نہیں تھا حتی

کہ ان کا یہ فعل مروجہ ماتم کی اصل بن سکے۔ ماتم موت کی خبر سن کر کیا جاتا ہے بچہ کی ولادت کی خبر سن کر ماتم نہیں کیا جاتا۔!

<u>زانو پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب</u>: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ طرقہ و فاطمہ بنت النبی ﷺ لیلۃ فقال الا تصلیان فقلت یا رسول اللہ انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف حین قلت ذلک ولم یرجع الی شیئا ثم سمعتہ وھو مول یضرب فخذہ وھو یقول و کان الانسان اکثر شیء جدلا۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو اور نبی ﷺ کی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے، میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھ جاتے ہیں، سو جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سنا اور آں حالیکہ آپ واپس جا رہے تھے اور اپنے زانو پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جواب سے رسول اللہ ﷺ کو رنج

ہوا اور آپ نے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا، اس سے زانو پیٹنا اور مصیبت کے وقت ماتم کرنا ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت اور موت کے وقت قرآن مجید، نہج البلاغہ، احادیث اہل سنت اور احادیث اہل شیعہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت دی ہے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور زانو پیٹنے یا سینہ زنی کرنے یا منہ پر طمانچے مارنے کو حرام کر دیا ہے، اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت آپ نے زانو پر ہاتھ نہیں مارا بلکہ حضرت علی کے اس برجستہ جواب پر تعجب سے زانو پر ہاتھ مارا یا اس جواب کو ناپسند کرتے ہوئے افسوس سے زانو پر ہاتھ مارا، یہ کوئی موت یا مصیبت کا وقت نہیں تھا حتیٰ کہ زانو پر ہاتھ مارنا بے صبری کا اظہار قرار دیا جائے اور اس کو مروجہ ماتم کی اصل قرار دیا جائے اور جب کہ نہج البلاغہ میں حضرت علی کا یہ ارشاد صراحتہ موجود ہے:

وضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبتہ حبط عملہ۔ (نہج البلاغہ (مع فارسی ترجمہ) ۱۳۶۹ھ مطبوعہ انتشارات زرین ایران)

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زانو پر ہاتھ مارا تو اس کا عمل ضائع کر دیا جائے گا۔

تو پھر صحیح بخاری کی اس حدیث سے ماتم کا جواز کیونکر کشید کیا جائے گا جس میں مصیبت کے وقت زانو پر ہاتھ مارنے کا ذکر نہیں ہے اور اگر بالفرض اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت زانو پیٹنے کا اور بے صبری کے اظہار کا ذکر ہوتا تو ہم

قرآن مجید کی ان بہ کثرت آیات اور دیگر احادیث صحیحہ وافرہ کے مقابلہ میں اس حدیث کو ترک کر دیتے جن میں صبر کرنے کو فرض اور بے صبری کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے، جب کہ شیعہ حضرات کے نزدیک، نہج البلاغہ، صحیح بخاری سے زیادہ معتبر ہے تو وہ نہج البلاغہ پر عمل کریں اور صحیح بخاری سے تعرض نہ کریں۔

سینہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا مؤطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب:

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن عبد الله الخراسانی عن سعید بن المسیب انه قال جاء اعرابی الی رسول الله ﷺ یضرب نحره و ینتف شعره و یقول هلك الابعد فقال له رسول الله ﷺ وما ذلك قال اصبت اهلی انا صائم فی رمضان فقال له رسول الله ﷺ هل تستطیع ان تعتق رقبة قال لا قال فهل تستطیع ان تهدی بدنة قال لا قال فاجلس فاتی رسول الله ﷺ بعرق من تمر فقال خذ هذا فتصدق به فقال ما احد احوج منی یا رسول الله فقال کل وصم یوما مکان ما اصبت۔ (امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۲۳۸، مطبوعہ مجتبائی پاکستان، لاہور)

سعید بن مسیب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آں حالیکہ وہ اپنے سینہ پر تھپڑ مار رہا تھا اور اپنے بال نوچ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا

رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں ، آپ نے پوچھا کیا تم ایک اونٹ صدقہ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر بیٹھو، اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کھجوروں کا ٹوکرا آیا، آپ نے فرمایا لو اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ تو کوئی ضرورت مند نہیں ہے، آپ نے فرمایا ان کو کھالو، اور تم نے جو روزہ توڑا اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھ لینا۔

اس حدیث میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ زنی کرنے کا ذکر ہے اور یہی ماتم ہے۔

اس استدلال کو حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ماتم کے حرام ہونے پر قرآن مجید کی آیت "اصبروا" صبر کرو سے استدلال کیا گیا ہے اور ماتم کرنا صبر کی ضد ہے اور کسی شئی کا امر کرنا اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا ازروئے قرآن ماتم حرام ہوا اور موطا امام مالک کی یہ مرسل روایت قرآن مجید سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(۲)۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں بھی یہ واقعہ سند صحیح سے مذکور ہے لیکن ان میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ پر تھپڑ مارنے کا ذکر نہیں ہے، اور امام مالک نے اس اضافہ کا سند منقطع سے ذکر کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والے سعید بن مسیّب ہیں اور یہ تابعی ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے، لہذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں یہ منقطع

روایت غیر معتبر ہے۔

(۳)۔ احادیث صحیحہ میں بال نوچنے اور تھپڑ مارنے سے منع کیا ہے، اور اس منقطع روایت سے اس کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴)۔ اس منقطع روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے زیادتی کی اور ظلم کی اس نے بعد میں پچھتاوے اور افسوس سے سینہ زنی کی اور بال نوچے اگر یہی روایت مروجہ ماتم کی اصل ہو تو لازم آئے گا کہ کربلا میں امام حسین اور ان کے رفقاء کو ظلماً شہید کرنے والے یہی شیعانِ علی تھے اور بعد میں افسوس اور پچھتاوے سے نسلاً بعد نسل اپنے بال نوچتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہیں کہ ہائے ہم نے یہ ظلم کیوں کیا! نیز جلاء العیون میں ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم نے قاتلین حسین اہل کوفہ کو ان کے ظلم پر لعنت ملامت کی تو انھوں نے غم اور افسوس سے واویلا کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے، بالوں پر خاک ڈالی اور زبردست ماتم کیا (جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵ طبع تہران) سو یہ ماتم کرنے والے انھی کی نسل ہیں۔

زانو، رخسار اور سینہ پیٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تاریخ سے

استدلال اور اس کا جواب

ملا معین کاشفی لکھتے ہیں:

در روایتے آمدہ است کہ طلاقش داد و چوں امیر المومنین عمر رضی

اللہ عنہ این معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت و فغان بر آورد . (المین الحاج محمد فراہی (المعروف بملا مسکین) متوفی ۹۵۴ھ، معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۹۴، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۲ھ)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی، جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے سر پر خاک ڈالی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و از غرائب روایت ست کہ در معارج النبوۃ آوردہ کہ آواز شیطان بقتال محمد ﷺ ندائے کرد . بمدینہ رسید در خانہائے مدینہ نیز شنیدند و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں این آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیرون دوید و میگریست دہم زنان ہاشمیہ ہمی نالیدند . (شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

معارج النبوۃ میں ایک انتہائی عجیب روایت ذکر کی گئی ہے کہ شیطان نے سیدنا محمد ﷺ کے قتل ہونے کی ندا کی، یہ آواز مدینہ اور مدینہ کے گھروں تک پہنچی حضرت فاطمہ زہرا نے جب یہ آواز سنی تو سر پیٹتی ہوئی باہر آ گئیں، آپ رو رہی تھیں اور ہاشمی خواتین بھی رو رہی تھیں۔

یہ غیر مستند روایت ہے، اس کی سند مذکور نہیں ہے، شیخ دہلوی نے اس کو

معارج النبوۃ سے نقل کیا ہے اور اس میں رطب ویابس موجود ہے، یہ حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عن عباد بن الزبیر قال سمعت عائشۃ تقول مات رسول اللہ ﷺ بین سحری و نحری وفی دوری و لم اظلم فیہ احدا فمن سفہی وحداثۃ سنی ان رسول اللہ قبض وھو فی حجری ثم وضعت راسہ علی وسادۃ وقمت التدم مع النساء واضرب وجھی۔ (امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۴۴۱، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات ،بیروت)

عباد بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے سُنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے میرے حجرہ میں فوت ہوئے اور میں نے اس میں کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اس وقت میری نادانی اور کم عمری کی بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ میری گود میں فوت ہوئے میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھا اور عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی اور اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھی۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

و اقامت عائشۃ علیہ النوح فنھا ھن عن البکاء عمر فابین ان ینتھین فقال لھشام بن الولید ادخل فاخرج الی ابنۃ ابی قحافۃ اخت ابی بکر فقلت عائشۃ لھشام حین سمعت ذلک من عمر انی احرج علیک

بیتی فقال عمر لهشام ادخل فقد اذنت لک فدخل هشام فاخرج الیه ام فروۃ بنت ابی قحافہ فعلاھا بالدرۃ ضربات فتفرق النوح حین سمعت ذلک۔ (علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف با ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ)

حضرت ابوبکر کے انتقال پر حضرت عائشہ نے نوحہ کرنے والیوں سے نوحہ کرایا، حضرت عمر نے ان کو رونے سے منع وہ نہیں رکیں، حضرت عمر نے ہشام سے کہا جاؤ حضرت ابوبکر کی بہن کو میرے پاس لاؤ، جب حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا میں ہشام کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی، حضرت عمر نے ہشام سے کہا جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں' ہشام گئے اور حضرت ابوبکر کی بہن ام فروہ کو بلا لائے، حضرت عمر نے ان کو کئی درے لگائے، جب نوحہ کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ بھاگ گئیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واما بقیۃ اھلہ ونسائہ فان عمر بن سعد وکل بھم من یحرسھم ویکلئھم ثم ارکبوھم علی الرواحل فی الھوادج، فلما مروا بمکان المعرکۃ ورا وا الحسین واصحابہ مطرحین ھنا لک بکتہ النساء و صرخن وندبت زینب اخاھا الحسین واھلھا فقالت وھی تبکی:

یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللہ و ملک السماء ھذا حسین بالعراء مزمل بالدما مقطع الاعضاء یا محمداہ وبناتک سبایا

وضربتك مقتلته، تسفي عليها الصبا قال فابكت والله كل عدو وصديق

۔

قال قرة بن قيس لما مرت النسوة بالقتلى صحن ولطمن

خدودهن ۔ (حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۹۳

مطبوعہ مکتبہ المعارف بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ میں سے باقی ماندہ لوگ اور خواتین کو

عمر بن سعد نے محافظوں کے ساتھ روانہ کیا اور ان کو اونٹنیوں پر کجاووں میں سوار کرایا۔

جب یہ لوگ جنگ کی جگہ سے گذرے اور حضرت حسین اور ان کے اصحاب کی

لاشوں کو وہاں پڑا ہوا دیکھا تو عورتیں رونے اور چلانے لگیں، حضرت حسین کی بہن

زینب نے اپنے بھائی اور اپنے اہل پر گریہ کیا اور کہا:

اے محمد! اے محمد! اللہ اور آسمان کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، یہ حسین

میدان میں پڑا ہے، خون میں لتھڑا ہوا ہے، اس کے اعضاء پارہ پارہ ہیں، اے محمد!

آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے، ان پر ہوا اچل رہی ہے،

زینب کے اس نوحہ نے بخدا دوست اور دشمن سب کو رلا دیا۔

قرہ بن قیس نے کہا جب عورتیں لاشوں کے پاس سے گذریں تو وہ

چلائیں اور انھوں نے اپنے رخساروں پر طمانچے مارے۔

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات بلا سند مذکور ہیں اور بعض کی

اسناد درج ہیں لیکن وہ نہایت درجہ کی ضعیف ہیں، اور بعض اسناد میں شیعہ راوی ہیں،

مثلاً البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے کربلا کے واقعات ابومخنف سے روایت کیے ہیں اور وہ پکا شیعہ تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واکثرہ من روایت ابی مخنف لوط بن یحیٰی وقد کان شیعا وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ۔ (حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ)

اور جب قرآن مجید کی بہ کثرت آیات، اہل سنت اور اہل تشیع کی بہ کثرت احادیث، حضرت علی اور حضرت حسین کے متعدد ارشادات سے بلا استثناء مصیبت پر صبر کرنا لازم اور ماتم کرنا حرام کر دیا گیا ہے تو ان نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں یہ بے سند تاریخی واقعات قطعاً باطل اور مردود ہیں، احکام کی حلت اور حرمت کتاب و سنت سے مستفاد ہوتی ہے تاریخی واقعات سے نہیں ہوتی۔

<u>ماتم حسین کے استثناء کا جواب:</u> قرآن مجید، احادیث اہل سنت و اہل تشیع، نہج البلاغہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صریح ارشادات میں جو صبر کرنے کو لازم اور ماتم کرنے کو حرام کیا گیا ہے اس کے جواب میں شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین پر ماتم کرنا اس حرمت اور ممانعت سے مستثنٰی ہے۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کل الجزع والبکاء مکروہ سوی الجزع والبکاء علی الحسین۔ (بحار الانوار عن الامالی شیخ مفید)

ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ہر بے صبری اور گریہ مکروہ ہے سوائے حسین

پر گریہ اور بے صبری کرے۔

یہ قول بالکل اصول کے خلاف اور باطل ہے کیونکہ جس کلام میں کوئی حکم ہو اسی کلام کے استثناء کا اعتبار کیا جاتا ہے، جس کتاب میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا جائے اس قاعدہ کا استثناء بھی اسی جگہ بیان کیا جاتا ہے، اگر رونے، پیٹنے، غم منانے اور ماتم کرنے سے امام حسین کا ماتم کرنا مستثنیٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جہاں صبر کا عمومی حکم دیا ہے وہاں امام حسین کا استثنا فرما دیتا، یا رسول اللہ ﷺ نے جہاں مصیبت اور میت پر رونے پیٹنے سے منع فرمایا ہے وہاں آپ امام حسین پر رونے پیٹنے کو مستثنیٰ فرما دیتے، جیسے آپ نے جنبی آدمی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا لیکن حضرت علی کا استثنا فرما دیا یا آپ نے آل محمد کو زکوۃ سے مستثنیٰ فرما دیا یا آپ نے ہر شخص کو چار شادیوں کو اجازت دی لیکن حیات فاطمہ میں حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا، ہر معاملہ میں دو گواہوں کو لازم قرار دیا لیکن حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا۔ اگر رونے پیٹنے کی ممانعت سے کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا تو خود رسول اللہ ﷺ اس استثنا کو بیان کرتے جس طرح آپ نے دوسرے احکام میں استثناء بیان فرمائے ہیں اور اگر یہ استثنا تھا اور آپ نے نہیں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں کی اور العیاذ باللہ آپ کے ادھورے کام کو امام جعفر صادق نے آ کر مکمل کیا، اس لیے یہ روایت بالکل جھوٹی اور باطل ہے۔ نیز احکام کی حلت اور حرمت بیان کرنا اور احکام شرعیہ میں کسی کو مستثنیٰ کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کا منصب ہے امام جعفر صادق کا کام نہیں ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنا

کیسے جائز یا مستحق ہو گا جبکہ امام حسین خود فرماتے ہیں:

پس وصیت فرمود اے خواہر گرامی ترا سوگند میدھم کہ چوں من از تیغ اہل جفا بعالم بقا رحلت نمایم گریبان چاک مکنید و رو مخراشید و واویلاہ مگر یید۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج۲ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

پس وصیت فرمائی کہ اے معزز بہن (حضرت زینب) میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا کو رحلت کر جاؤں تو اپنا گریبان نہ پھاڑنا، منہ نہ پیٹنا اور واویلاہ نہ کہنا۔

اگر بالفرض امام جعفر صادق کی یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امام جعفر کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے:۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ بلند کرد و از پس پردۂ محترم ندا کرد حاضر، کہ اے اہل کوفہ بدا بحال شما و ناخوش باد رویہای شما بچہ سبب برادرم حسین را خواندید یاری اونکردید و اورا بقتال آوردید و اموال اورا غارت کردید و پردگیان حرم سرای اورا اسیر کردید وای بر شما و لعنت بر رویہای شما مگر نمیدانید کہ چہ کار کردید و چہ گناہان و اوزار بر پشت خود بار کردید و چہ خود ہای محترم ریختید و چہ دختران

محترم مکرم را نالان کردید و مال چه جماعت را بغاوت بردید؟ کشتید بہترین خلق را بعد از حضرت رسالت ﷺ و رحم از دلہای شما کندہ شدہ بود بدرستیکہ گروہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و اعوان و یاران شیطان زیان کارانند، پس شعری چند در مرثیہ سید شہدا گفت اہل کوفہ خروش و ولولہ و واحسرتاہ بر آوردند و صدای نالہ و زاری و گریہ و سوگواری و نوحہ و خروش بفلک سیہ پوش رسانیدند و زنان ایشان مویہا بر سر پریشان کردند و خاک حسرت بر فرق خود ریختند و روہای خود را خراشیدند و طپانچہ بر رخسار خود میزدند و ولولہ و اثبورا میگفتند وحشتی شد کہ دیدہ روزگار ہرگز چنان ماتمی ندیدہ بود پس حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اشارہ کرد بسوی مردم کہ ساکت شوید۔ (ملاباقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

پھر حضرت سیدۃ النساء کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے بلند آواز سے گریہ کیا اور اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا کی، اور کہا کہ تمہارا حال اور مآل بُرا ہو تم نے کس وجہ سے میرے بھائی حسین کو بلایا اور ان کی مدد نہیں کی، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا، اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا تم پر اور تمہارے چہروں پر لعنت ہو، تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کام کیا ہے اور کتنے گناہوں کا

بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہے اور کیسے محترم خونوں کو بہایا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو رُلایا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل مخلوق کو قتل کیا ہے، تمہارے دلوں سے رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دوست ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور شیطان کے مددگار خسارے میں رہتے ہیں پھر سید الشہداء کے متعلق چند اشعار مرثیہ پڑھے، پھر اہل کوفہ میں واویلا وا حسرتاہ کا شور بلند ہوا اور نالہ وفریاد کا غلغلہ ہوا اور انھوں نے اتنا زبردست نوحہ کیا جس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی، ان کی عورتوں نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا، اپنے سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے مار مار کر رخساروں کو چھیلا واویلا واثبوراہ کہتی تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ چشم فلک نے اس سے پہلے اتنا زبردست ماتم نہ دیکھا تھا۔ تب حضرت امام زین العابدین نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں۔

ماتم کے سلسلہ میں میں نے کافی طویل بحث کی ہے، قرآن مجید اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، پھر علماء شیعہ کی تفاسیر اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے ماتم کی حرمت کو واضح کیا ہے۔ نہج البلاغہ اور متاخرین میں سے ملا باقر مجلسی کی تصانیف سے ماتم کی حرمت پر دلائل پیش کیے ہیں، پھر علماء شیعہ کے دلائل کا رد کیا ہے اور ماتم حسین کے استثناء کا مکمل استیصال کیا ہے، میں نے کتب شیعہ کا مطالعہ کر کے ان کے تمام قوی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اس بحث کا اگر انصاف اور خوف خدا سے مطالعہ کیا جائے تو ان شاء اللہ ماتم اور عزاداری کرنے

والوں کے تمام شبہات دور ہو جائیں گے اور وہ راہ راست پر آ جائیں گے۔ اللہ تعالی میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو موافقین کے لیے استقامت، مخالفین کے لیے رشد و ہدایت اور میرے لیے نجات کا سبب بنا دے۔ وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی اصحابه الکاملین الراشدین وعلی اله الطیبین الطاهرین وعلی ازواجه امهات المومنین و علی اولیاء امته و علماء ملته من المحدثین والمفسرین والائمته المجتهدین والعلمآء الراسخین اجمعین